میر امن دہلوی

سالِ ولادت: ۱۷۳۳ء　　　　سالِ وفات: ۱۸۱۲ء

میر امن دہلوی دلّی کے رہنے والے تھے۔ ان کا نام میر امان اور تخلص لطف تھا مگر ان کی شہرت میر امن دہلوی کے نام سے زیادہ ہوئی۔ میر امن کے آبا و اجداد مغل بادشاہ ہمایوں کے زمانے میں سلطنت مغلیہ سے منسلک رہے۔ چنانچہ مغل بادشاہوں کی خدمت کے صلے میں انھیں کافی جاگیریں، وظائف اور انعام و اکرام بھی حاصل ہوئے۔

احمد شاہ ابدالی کے حملے کے نتیجے میں جب دہلی کے حالات ناگفتہ بہ ہو گئے تو میر امن کو بھی بادلِ ناخواستہ دہلی چھوڑ کر عظیم آباد (پٹنہ) میں پناہ لینی پڑی۔ میر امن کچھ عرصہ یہاں قیام پذیر ہونے کے بعد کلکتہ چلے گئے جہاں وہ دو سال تک نواب دلاور جنگ کے چھوٹے بھائی کے اتالیق رہے۔ انھی دنوں فورٹ ولیم کالج کو ماہر ادیبوں اور تجربہ کار منشیوں کی اشد ضرورت محسوس ہوئی۔ اتفاق سے میر امن کے ایک دوست میر بہادر علی حسینی فورٹ ولیم کالج کے میر منشی تھے، انھی کی وساطت سے میر امن کی ملاقات فورٹ ولیم کالج کے پرنسپل جان گل کرسٹ سے ہوئی۔ گل کرسٹ نے میر امن کو فورٹ ولیم کالج کے شعبۂ تصنیف و تالیف میں بطور منشی ملازم رکھ لیا۔

فورٹ ولیم کالج (کلکتہ) کی ملازمت کے دوران میں میر امن نے ڈاکٹر جان گل کرسٹ کی فرمائش پر ۱۸۰۱ء میں فارسی داستان ''قصہ چہار درویش'' کا ''باغ و بہار'' کے نام سے اردو ترجمے کا کام شروع کیا جو ۱۸۰۲ء میں اختتام کو پہنچا۔ میر امن کے منفرد اسلوب بیان نے ''باغ و بہار'' کو محض ایک دلکش اور پرکشش قصہ ہی نہیں رہنے دیا بلکہ اردو ادب کی اوّلین اور زندۂ جاوید داستان بنا دیا۔ ''باغ و بہار'' کو دبستان دہلی کی نمائندہ داستان بھی کہا جاتا ہے۔ ''باغ و بہار'' دہلوی معاشرت کا جیتا جاگتا مرقع ہے۔

میر امن کا طرزِ تحریر نہایت سہل، سادہ، عام فہم اور بامحاورہ ہے۔ میر امن نے مشکل الفاظ سے گریز کرتے ہوئے جو سلیس و رواں اندازِ بیان اپنایا اس کی حیثیت مثالی ہے۔

میر امن کی دوسری تصنیف ''گنجِ خوبی'' ہے جو ملا حسین واعظ کاشفی کی تصنیف ''اخلاقِ محسنی'' کا اردو ترجمہ ہے۔ تاہم جو مقبولیت ''باغ و بہار'' کے حصے میں آئی وہ کسی اور داستان کو حاصل نہ ہو سکی۔ ''باغ و بہار'' ایک طویل داستان ہے جو چار درویشوں کے قصوں کے علاوہ خواجہ سگ پرست کے قصے پر مشتمل ہے۔

قصہ خواجہ سگ پرست کا

خواجہ نے کہا: اے بادشاہ! یہ مرد جو داہنی طرف ہے، غُلام کا بڑا بھائی ہے اور جو بائیں کو کھڑا ہے، منجھلا برادر ہے؛ مَیں اِن دونوں سے چھوٹا ہوں۔ میرا باپ مُلک فارس میں سوداگر تھا۔ جب میں چودہ برس کا ہوا، قبلہ گاہ نے رحلت کی۔ جب تجہیز و تکفین سے فراغت ہوئی اور پھول اُٹھ چکے؛ ایک روز اِن دونوں بھائیوں نے مجھے کہا کہ اَب باپ کا مال جو کچھ ہے، تقسیم کرلیں۔ جس کا دل جو چاہے، سو کام کرے۔ میں نے سُن کر کہا: اَے بھائیو! یہ کیا بات ہے! میں تمھارا غُلام ہوں، بھائی چارے کا دعویٰ نہیں رکھتا۔ ایک باپ مرگیا، تم دونوں میرے پدر کی جگہ میرے سر پر قائم ہو۔ ایک نانِ خشک چاہتا ہوں جس میں زندگی بسر کروں اور تمھاری خدمت میں حاضر رہوں۔ مجھے حصّے بخرے سے کیا کام ہے! تمھارے آگے کے جھوٹے سے اپنا پیٹ بھرلوں گا اور تمھارے پاس رہوں گا۔ میں لڑکا ہوں، کچھ پڑھا لکھا بھی نہیں؛ مجھ سے کیا ہو سکے گا! ابھی تم مجھے تربیت کرو۔

یہ سُن کر جواب دیا کہ تو چاہتا ہے اپنے ساتھ ہمیں بھی خراب اور مُحتاج کرے۔ میں چپکا ایک گوشے میں جا کر رونے لگا۔ پھر دل کو سمجھایا کہ بھائی آخر بزرگ ہیں، میری تعلیم کی خاطر چشم نمائی کرتے ہیں کہ کچھ سیکھے۔ اِسی فکر میں سوگیا۔ صبح کو ایک پیادہ قاضی کا آیا اور مجھے دارالشرع میں لے گیا۔ وہاں دیکھا تو یہی دونوں بھائی حاضر ہیں۔ قاضی نے کہا: کیوں اپنے باپ کا ورثہ بانٹ چونٹ نہیں لیتا؟ میں نے گھر میں جو کہا تھا وہاں بھی جواب دیا۔ بھائیوں نے کہا: اگر یہ بات اپنے دل سے کہتا ہے، تو ہمیں لادعویٰ لکھ دے کہ باپ کے مال واَسباب سے مجھے کچھ علاقہ نہیں۔ تب بھی میں نے یہی سمجھا کہ یہ دونوں میرے بزرگ ہیں، میری نصیحت کے واسطے کہتے ہیں کہ باپ کا مال لے کر بے جا تصرف نہ کرے۔ بہ موجب ان کی مرضی کے فارغ خطی بہ مہر قاضی میں نے لکھ دی۔ یہ راضی ہوئے، میں گھر میں آیا۔

دوسرے دن مجھ سے کہنے لگے: اَے بھائی! یہ مکان جس میں تو رہتا ہے، ہمیں دَرکار ہے؛ تو اپنی بود و باش کی خاطر اور جگہ لے کر جا رہ۔ تب میں نے دریافت کیا کہ یہ باپ کی حویلی میں بھی رہنے سے خوش نہیں۔ لاچار ارادہ اُٹھ جانے کا کیا۔ جہاں پناہ! جب میرا باپ جیتا تھا؛ تو جس وقت سفر سے آتا، ہر ایک مُلک کا تحفہ بہ طریق سَوغات کے لاتا اور مجھے دیتا؛ اِس واسطے کہ چھوٹے بیٹے کو ہر کوئی زیادہ پیار کرتا ہے میں نے اُن کو بیچ بیچ[1] کر تھوڑی سی اپنی نج کی پونجی بہم پہنچائی تھی، اُسی سے کچھ خرید فروخت کرتا۔ ایک بار لونڈی میری خاطر تُرکستان سے میرا باپ لایا اور ایک دَفعہ گھوڑے لے کر آیا، اُن میں سے ایک بچھیرا نا گند، کہ ہونہار تھا، وُہ بھی مجھے دیا۔ میں اپنے پاس سے دانہ گھاس اُس کا کرتا تھا۔

آخر اِن کی بے مُروّتی دیکھ کر ایک حویلی خرید کی، وہاں جا رہا۔ یہ کتا بھی میرے ساتھ چلا آیا۔ واسطے ضروریات کے اَسباب خانہ داری کا جمع کیا اور دو غلام خدمت کی خاطر مول لیے اور باقی پونجی سے ایک دُکان بزازی کی کر کے، خدا کے توکل پر بیٹھا۔ اپنی قسمت پر راضی تھا۔ اگرچہ بھائیوں نے بدخلقی کی پر خدا جو مہربان ہوا، تین برس کے عرصے میں ایسی دُکان جمی کہ میں صاحب اعتبار ہوا۔ سب سرکاروں میں جو تحفہ جاتا، میری ہی دُکان سے جاتا۔ اُس میں بہت سے روپے کمائے اور نہایت فراغت سے گزرنے لگی۔ ہر دم جناب باری میں شکرانہ کرتا اور آرام سے رہتا۔ اتفاقاً جمعے کے روز میں اپنے گھر بیٹھا تھا کہ ایک غلام میرا سودے سُلف کو بازار گیا تھا، بعد ایک دم کے روتا ہوا آیا۔ میں نے سبب پوچھا کہ تجھے کیا ہوا؟ خفا ہو کر بولا کہ تمھیں کیا کام ہے، تم خوشی مناؤ، لیکن قیامت میں کیا جواب دو گے؟ میں نے کہا: اَے حبشی!

---

[1] بیچ بیچ

ایسی کیا بَلا تجھ پر نازل ہوئی؟ اُس نے کہا: یہ غضب ہے کہ تمھارے بڑے بھائیوں کی چوک کے چورا ہے میں ایک یہودی نے مشکیں باندھیں[1] ہیں اور قمچیاں مارتا ہے اور ہنستا ہے کہ اگر میرے روپے نہ دو گے تو مارتے مارتے مار ہی ڈالوں گا۔ بھلا مجھے ثواب تو ہوگا۔ پس تمھارے بھائیوں کی یہ نوبت اور تم بے فکر ہو، یہ بات اچھی ہے؟ لوگ کیا کہیں گے۔ یہ بات غلام سے سنتے ہی لہو نے جوش کیا، ننگے پانو[2] بازار کی طرف دوڑا اور غلاموں کو کہا: جلد روپے لے کر آؤ۔ جونہیں[3] وہاں گیا، دیکھا تو جو کچھ غلام نے کہا تھا، سچ ہے، ان پر مار پڑ رہی ہے۔ حاکم کے پیادوں کو کہا: واسطے خدا کے! ذرا رہ جاؤ، میں یہودی سے پوچھوں کہ ایسی کیا تقصیر کی ہے، جس کے بدلے یہ تعزیر کی ہے۔

یہ کہ کر میں یہودی کے نزدیک گیا اور کہا: آج روزِ آدینہ[4] ہے ان کو کیوں ضربِ شلاق کر رہا ہے؟ اُس نے جواب دیا: اگر حمایت کرتے ہو تو پوری کرو، ان کے عوض روپے حوالے کرو، نہیں تو اپنے گھر کی راہ لو۔ میں نے کہا: کیسے روپے! دست آویز نکال، میں روپے گن دیتا ہوں۔ اُن نے کہا: تمسک حاکم کے پاس دے آیا ہوں۔ اِس میں میرے دونوں غلام دو بدرہ روپے لے کر آئے۔ ہزار روپے میں نے یہودی کو دیے اور بھائیوں کو چھڑایا۔ اِن کی یہ صورت ہو رہی تھی کہ بدن سے ننگے اور بھوکھے[5] پیاسے۔ اپنے ہمراہ گھر میں لایا، وونہیں[6] حمام میں نہلوایا، نئی پوشاک پہنائی، کھانا کھلایا۔ ہرگز ان سے یہ نہ کہا کہ اتنا مال باپ کا تم نے کیا کیا، شاید شرمندہ ہوں۔

اَے بادشاہ! یے[7] دونوں موجود ہیں، پوچھیے کہ سچ کہتا ہوں یا کوئی بات جھوٹھ[8] بھی ہے۔ خیر جب کئی دن میں مار کی کوفت سے بحال ہوئے، ایک روز میں نے کہا کہ اَے بھائیو! اب اِس شہر میں تم بے اعتبار ہو گئے ہو، بہتر یہ ہے کہ چند روز سفر کرو۔ یہ سن کر چپ ہو رہے۔ میں نے معلوم کیا کہ راضی ہیں، سفر کی تیاری کرنے لگا۔ پال پرتَل، بار برداری اور سواری کی فکر کر کے، بیس ہزار روپے کی جنس تجارت کی خرید کی۔ ایک قافلہ سوداگروں کا بُخارے کو جاتا تھا، اُن کے ساتھ کر دیا۔

بعد ایک سال کے وہ کارواں پھر آیا، ان کی خیر خبر کچھ نہ پائی۔ آخر ایک آشنا سے قسمیں دے کر پوچھا۔ اُس نے کہا: جب بخارے میں گئے، ایک نے جوئے خانے میں اپنا تمام مال ہار دیا، اب وہاں کی جاروب کشی کرتا ہے اور پھڑ[9] کو لیپتا پوتتا ہے۔ جواری جو جمع ہوتے ہیں، اُن کی خدمت کرتا ہے، وہ بہ طریقِ خیرات کے کچھ دیتے ہیں، وہاں گرگا بنا پڑا رہتا ہے۔ اور دوسرا بوزہ فروش[10] کے لڑکے پر عاشق ہوا۔ اپنا مال سارا صرف کیا، اب وہ بوزے خانے کی ٹہل کیا کرتا ہے۔ قافلے کے آدمی اس لیے نہیں کہتے کہ تو شرمندہ ہوگا۔

یہ احوال اُس شخص سے سن کر میری عجب حالت ہوئی۔ مارے فکر کے نیند، بھوکھ[11] جاتی رہی۔ زادِ راہ لے کر قصدِ بُخارے کا کیا۔ جب وہاں پہنچا، دونوں کو ڈھونڈھ ڈھانڈھ[12] کر اپنے مکان میں لایا۔ غُسل کروا کر نئی پوشاک پہنائی اور ان کی خجالت کے ڈر سے ایک بات مُنہ پر نہ رکھی۔ پھر مال سوداگری کا ان کے واسطے خرید اور ارادہ گھر کا کیا۔ جب نزدیک نیشاپور کے آیا، ایک گانو[13] میں بہ مع[14] مال اسباب ان کو چھوڑ کر گھر میں آیا۔ اِس لیے کہ میرے آنے کی کسو[15] کو خبر نہ ہو۔ بعد دو دن کے مشہور کیا کہ میرے بھائی سفر سے آئے ہیں۔ کل اُن کے اِستقبال کی خاطر جاؤں گا۔ صُبح کو چاہا کہ چلوں ایک گرہست[16] اُسی موضع کا میرے پاس آیا اور فریاد کرنے لگا۔ میں اس کی آواز سُن کر باہر نکلا۔ اُسے روتا دیکھ کر پوچھا کہ کیوں زاری کرتا ہے؟ وہ بولا: تمھارے بھائیوں کے سبب سے ہمارے گھر لوٹے گئے۔ کاشکے[17] اُن کو تم وہاں نہ چھوڑ آتے!

---

1 باندھی ہیں 2 پاؤں 3 جونہی 4 آدینہ (جمعہ) 5 بھوکے 6 وہیں 7 یہ 8 جھوٹ
9 جُوا کھیلنے کا اڈّا 10 شراب بیچنے والا 11 بھوک 12 ڈھونڈ ڈھانڈ 13 گاؤں 14 مع
15 کسی 16 خانہ دار۔ رہنے والا 17 کاش

میں نے پوچھا: کیا مُصیبت گزری؟ بولا کہ رات کو ڈاکا[1] آیا' اُن کا مال واَسباب لوٹا اور ہمارے گھر بھی لوٹ لے گئے۔ میں نے افسوس کیا اور پوچھا کہ اب وے[2] دونوں کہاں ہیں؟ کہا: شہر کے باہر ننگے مُنگے' خراب خستہ بیٹھے ہیں۔ ڈُونہیں[3] دو جوڑے کپڑوں کے ساتھ لے کر گیا' پہنا کر گھر میں لایا۔ لوگ سُن کر ان کے دیکھنے کو آتے تھے اور یے مارے شرمندگی کے باہر نہ نکلتے تھے۔ تین مہینے اِسی طرح گزرے۔ تب میں نے اپنے دل میں غور کی[4] کہ کب تلک یہ کونے میں دبکے بیٹھے رہیں گے۔ بنے تو اِن کو اپنے ساتھ سفر میں لے جاؤں۔ بھائیوں سے کہا: اگر فرمائیے تو یہ فِدوی آپ کے ساتھ چلے۔ یے خاموش رہے۔ پھر لوازِمہ سفر کا اور جنس سوداگری کی تیار کر کے چلا اور ان کو ساتھ لیا۔

جس وقت مال کی زَکوٰۃ دے کر اَسباب کشتی پر چڑھایا اور لنگر اُٹھایا' ناؤ چلی یہ کتا کنارے پر سو رہا تھا: جب چونکا اور جہاز کو مانجھ دھار[5] میں دیکھا حیران ہو کر بھونکا اور دریا میں کود پڑا اور پیرنے لگا۔ میں نے ایک پن سُوئی[6] دَوڑا دی۔ بارے سگ کو لے کر کشتی میں پہنچایا۔ ایک مہینا خیر و عافیت سے دریا میں گزرا۔ کہیں منجھلا بھائی میری لونڈی پر عاشق ہوا' ایک دن بڑے بھائی سے کہنے لگا کہ چھوٹے بھائی کی مِنّت اُٹھانے سے بڑی شرمندگی حاصل ہوئی، اس کا تدارک کیا کریں؟ بڑے نے جواب دیا کہ ایک صلاح دل میں ٹھہرائی ہے' اگر بن آوے تو بڑی بات ہے۔ آخر دونوں نے مصلحت کر کے تجویز کی کہ اسے مار ڈالیں اور سارے مال اَسباب کے قابض' متصرف ہوں۔

ایک دن میں جہاز کی کوٹھری میں سوتا تھا اور لونڈی پانو[7] داب رہی تھی' منجھلا بھائی آیا اور جلدی سے مجھے جگایا۔ میں ہڑ بڑا کر چونکا اور باہر نکلا۔ یہ کُتا بھی میرے ساتھ ہو لیا۔ دیکھوں تو بڑا بھائی جہاز کی باڑ پر ہاتھ ٹیکے نہڑا[8] ہوا' تماشا دریا کا دیکھ رہا ہے اور مجھے پکارتا ہے۔ میں نے پاس جا کر کہا: خیر تو ہے؟ بولا: عجب طرح کا تماشا ہو رہا ہے کہ دریائی آدمی موتی کی سیپیاں اور مونگے کے درخت ہاتھ میں لیے ناچتے ہیں۔ اگر اور کوئی ایسی بات خلافِ قیاس کہتا تو میں نہ مانتا' بڑے بھائی کے کہنے کو راست جانا' دیکھنے کو سر جھکایا۔ ہر چند نگاہ کی' کچھ نظر نہ آیا اور وہ یہی کہتا رہا: اب دیکھا؟ لیکن کچھ ہو تو دیکھوں۔ اس میں مجھے غافل پا کر' منجھلے نے اَچانک پیچھے آ کر ایسا دھکیلا کہ بے اختیار پانی میں گر پڑا' اور وُہ رونے دھونے لگے کہ دَوڑیو! ہمارا بھائی دریا میں ڈوبا۔

اتنے میں ناؤ بڑھ گئی اور دریا کی لہر مجھے کہیں سے کہیں لے گئی۔ غوطے پر غوطے کھاتا تھا اور موجوں میں چلا جاتا تھا' آخر تھک گیا۔ خُدا کو یاد کرتا تھا' کچھ بس نہ چلتا تھا۔ ایک بارگی کسو چیز پر ہاتھ پڑا' آنکھ کھول کر دیکھا تو یہی کتا ہے۔ شاید جس دم مجھے دریا میں ڈالا' میرے ساتھ یہ بھی کودا اور تیرتا ہوا میرے ساتھ لپٹا چلا جاتا تھا۔ میں نے اس کی دُم پکڑ لی۔ اللہ نے اِس کو میری زندگی کا سبب کیا۔ سات دن اور رات یہی صورت گزری۔ آٹھویں دن کنارے جا لگے۔ طاقت مطلق نہ تھی۔ لیٹے لیٹے کروٹیں کھا کر جُوں توں اپنے تئیں خشکی میں ڈالا۔ ایک دن بے ہوش پڑا رہا۔ دوسرے دن کُتے کی آواز کان میں گئی' ہوش میں آیا' خدا کا شکر بجا لایا۔

(باغ و بہار)

۱۔ ڈاکا پڑا ۲۔ وہ ۳۔ وہیں ۴۔ غور کیا ۵۔ منجدھار ۶۔ چھوٹی کشتی ۷۔ پاؤں ۸۔ جھکا ہوا

مشق

1- مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیں؟

i- زیرِ نظر اقتباس میں قصہ بیان کرنے والے کو ''خواجہ سگ پرست'' کہنے کا کیا جواز سامنے آتا ہے؟

ii- خواجہ سگ پرست نے اپنے بھائیوں کے ناروا سلوک کے باوجود کن کن مواقع پر ان کی مدد کی؟

iii- کتے نے کن کن مواقع پر اپنے آقا کی مدد کی؟

iv- بڑے بھائی نے خواجہ سگ پرست کو دریا کا نظارہ دکھانے کے لیے کیا بہانہ بنایا؟

2- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات میں سے درست جواب سے پہلے (✓) کا نشان لگائیں:

i- ''قصہ خواجہ سگ پرست کا'' کس داستان سے لیا ہوا اقتباس ہے؟

ا۔ باغ و بہار سے ب۔ فسانۂ عجائب سے ج۔ آرائشِ محفل سے د۔ رانی کیتکی کی کہانی سے

ii- اس داستان کا مصنف کون ہے؟

ا۔ رجب علی سرور ب۔ میرامن ج۔ حیدر بخش حیدری د۔ ان شاءاللہ خاں انشا

iii- میرامن کی وجہِ شہرت کیا ہے؟

ا۔ شاعری ب۔ مضمون نگاری ج۔ داستان گوئی د۔ ڈراما نگاری

iv- میرامن کے اندازِ تحریر کی خاص خوبی کیا ہے؟

ا۔ پرتکلف تحریر ب۔ شاعرانہ نثر نگاری ج۔ سادگی د۔ مشکل تراکیب کا کثرت سے استعمال

3- سبق کے حوالے سے مندرجہ ذیل جملوں کی وضاحت کریں:

i- تجہیز و تکفین سے فراغت ہوئی اور پھول اٹھ چکے۔

ii- ایسی دکان جمی کہ میں صاحبِ اعتبار ہوا۔

iii- اللہ نے اس کو میری زندگی کا سبب کیا۔

4- ''خواجہ سگ پرست اور اس کے بھائیوں کے کرداروں میں نیکی اور بدی کا امتیاز موجود ہے'' داستان کے پڑھے ہوئے حصے میں سے مثالیں دے کر اس کی وضاحت کریں۔

5- کردار نگاری سے مراد سیرت نگاری یا کسی داستان یا قصے کے افراد کے احوال و اطوار کا بیان ہے۔
خواجہ سگ پرست کے کردار پر ایک مختصر نوٹ تحریر کریں۔

6- کتاب میں شامل ''باغ و بہار'' کے اقتباس سے جو اخلاقی سبق ملتا ہے، مختصراً بیان کریں۔

7- اُسلوب کا مطلب ہے ''طور، طریقہ، انداز، وضع''۔ اُسلوبِ تحریر سے مراد ہے کسی مصنف کا لکھنے کا انداز یعنی اس کے لکھنے کا خاص انداز کیا ہے، اس میں کیا خوبیاں ہیں، کیا خامیاں ہیں وغیرہ۔
''باغ و بہار'' کے حوالے سے میرامن کے اسلوب اور فن پر بحث کریں۔